استخفاف حديث اور فراهي مكتبه فكر

Disregardment of Ḥadīth and Farāhī School of Thought

*عائشهاعجاز **ڈاکٹرسمیرار بیعہ

Abstract

In the Indian subcontinent, from the earliest days, there have been some people whose thoughts and ideas are orientalists and they have been pursuing their agenda from the beginning. For the past few years, these people have been very active in fulfilling their ambitions and goals. This modern educated class of theologians considers rational justification as the basis of reasoning. In their case, rational and logical objections in the context of Ḥadīth and Sunnah are more acceptable. This is the essence of rationalism. Which has the cloak of modern concepts and interpretations. Istikhfaaf means to make the hadiths of the Prophet (peace and blessings of Allaah be upon him) doubtful in any way. To misinterpret the meaning of aḥādīth, to deny authentic aḥādīth in any way, and to devise rules for accepting and rejecting aḥādīth arbitrarily apart from the Salaf Imāms. Farāhī group of thought is among these groups who are creating doubts about the Ḥadīths. This article will analyze their approach.

Keywords: Ḥadīth, Farāhī, Istikhfāf, Doubts

مخالفین اسلام کی ایک قسم تو وہ ہے جو کھلے بندوں ہمیں ہمارے دین سے برگشتہ کرنے پر تلی ہوئی ہے، انھوں نے دین اسلام اور اُس کی تہذیب کے مقابلے میں ایک نیا نظام پیش کیا جو خدا پر ستی کی بجائے نفس پر ستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اِن دشمنانِ اسلام اور اُس کی تہذیب کے مقابلے میں ایک نیا نظام پیش کیا جو خدا پر ستی کی بجائے نفس پر ستی کی تعلیم دیتا ہے۔ اِن دشمنوں کی اسلام نے اسلام کو بدلنے کے لیے تمام حربے اور ہتھکنڈ ہے استعال کیے، لیکن علمائے حق اور مسلمانانِ ملت نے اِن دشمنوں کی اسلام کو محفوظ وہامون رکھااور اعدائے دین کاہر حربہ ناکام بنایا۔

^{*} پیانچ ڈی اسکالر، گفٹ یونیورسٹی، گو جرانوالہ۔

^{**} اسسٹنٹ پر وفیسر ،ادارہ عربی وعلوم اسلامیہ ،جی سی ویمن یونیور سٹی، سیالکوٹ۔

یہ اسلام دشمن عناصر تمام تر کوششوں کے باوجود جب اپنے عزائم میں ناکام کھیرے توانھوں نے ایک نیاحر بہ استعال کرنا شروع کیا کہ اہل اسلام میں اپنے ذہنی اور فکری شاگر دپیدا کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ ان کی یہ کوشش جو بڑی منظم اور مربوط تھی نہایت کار گرثابت ہوئی جس کے متیجہ میں ہر ملک کے اندر ایساطبقہ پیدا ہوا جو ذہنی ، فکری اور عملی اعتبارے اہل مغرب اور مستشر قین کا حقیقی نمائندہ تھا۔

برصغیر پاک وہند میں بھی ابتدائی ایام سے چندایسے افراد موجود رہے ہیں جن کے افکار و نظریات اہل مغرب واستشراق کے سے ہیں اور وہ شر وع سے انھی کے ایجنڈ سے پر عمل ہیراہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے اب یہ لوگ اپنے عزائم ومقاصد کی سخمیل میں نہایت سر گرم دکھائی دے رہے ہیں۔ یہ جدید تعلیم یافتہ طبقہ علم الکلام کی روسے استدلال کی بنیاد صرف عقلی توجیہات کو قرار دیتا ہے۔ ان کے ہاں حدیث وسنت کے ضمن میں عقلی و منطقی معروضات زیادہ قابل قبول ہیں۔ اسی تعقل پبندی کا شاخسانہ استخفاف حدیث ہے۔ جس نے جدید مفاہیم و تعبیرات کالبادہ اوڑھ رکھا ہے۔

استخفاف حدیث سے مراداحادیث نبویہ کو کسی لحاظ سے بھی مشکوک تصور کرنایا بنانا ہے۔احادیث کے معنی و مفہوم میں غلط تاویلات کرنا، مستند احادیث کا کسی بھی انداز سے انکار کرنااور ائمہ سلف سے ہٹ کراینی مرضی سے احادیث کے ردّوقبول کے اُصول وضع کرنا ہے۔

اِن افکار کے حامل افراد بظاہر اپنے آپ کو حدیث وسنت کا قائل باور کرواتے ہیں اور اپنے قارئین کو بار باراس مغالطے میں ڈالنے کی کوشش میں ہیں کہ وہ حدیث وسنت کو ایک حقیقت ثابتہ تسلیم کرتے ہیں، حتی کہ وہ منکرین ومستشر قین کے تصور حدیث پر کہیں کہیں تنقید بھی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن کرتے وہی ہیں جو مخالفین حدیث وسنت کا مقصود ہے۔ یہ لوگ حدیث وسنت کو تسلیم کرنے کے باوجودان کی تشر تے اس انداز سے کرتے ہیں جو جمہور اہل اسلام اور ائمہ محد ثین کے وضع کر دہ اصولوں کے منافی ہے۔ وہ سنت کو ارتقا پذیر ثابت کرنے کے لیے حالات زمانہ کے مطابق اس میں ترمیم و تنتیخ کونہ صرف جائز بلکہ جزوست خیال کرتے ہیں۔ انھیں طبقات میں سے ایک منتب فراہی بھی ہے۔

تعبارن

آپ کا حقیقی نام توصید الدین ہے، کیکن زیادہ تر آپ کی عربی تصانیف میں عبد الحمید ہی لکھا گیا ہے۔ (1) آپ کے ناموں میں ایک نام بعض مقامات پر ابواحمد بھی ماتا ہے لیکن کہا جاتا ہے کہ یہ آپ کی کنیت ہے۔ آپ کی ایک کتاب ''امعان فی اقسام القرآن''

¹ ندوی، سلیمان،سید، یادر فت^گال، (کراچی: مکتبه الشرق، 1955ء)،ص: 128

_

کے آخر میں ایک ضمیمہ کے اندر ابواحمہ کاذکر ہے۔ (2) نسبتی نام دوبتائے جاتے ہیں ایک انصاری ہے جس کاذکر ایک عربی قصیدہ کے شروع میں موجود ہے، قصیدہ لابی احمد الانصاری ''(3) دوسر انسبتی نام آپ کافراہی ذکر کیا جاتا ہے۔ مولاناندوی کاخیال ہے کہ ہے آپ کے آبائی گاؤں کی طرف نسبت ہے، اسی بناپر مولانا کبھی کبھی اپنے نام کے ساتھ فراہی لکھاکر تے تھے۔ (4) آپ کے والد کا نام حاجی عبد الکریم ہے۔

آپ کی پیدائش 1280ھ کو بھارت کے ایک 'پھریہا' نامی گاؤں میں ہوئی جو ضلع اعظم گڑھ میں واقع ہے۔ (⁵⁾مولانا ثبلی نعمانی آپ کے ماموں زاد بھائی تھے۔ یقینی طور پر پچھ معلوم نہیں کہ آپ نے ابتدائی تعلیم کباور کیسے حاصل کی، لیکن جس چیز کا بتدائی طور پر ذکر ملتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ نے حفظ قرآن سے اپنی تعلیم کا آغاز کیا، اس سلسلے میں مولانا مین احسن اصلاحی کھتے ہیں: مولانا کی ابتدائی تعلیم گھر ہی پر ہوئی سب سے پہلے انھوں نے قرآن حفظ کیا۔ (⁶⁾

آپ کے اساتذہ کرام میں مولانا شبلی نعمائی ؓ، مولانا عبدالحی ککھنوی فرنگی اور مولانا فیض الحن سہارن پوری کے اسائے گرامی زیادہ مشہور ہیں۔ مؤخرالذ کراساتذہ کے متعلق فراہی خود ککھتے ہیں:

ثم تلمذت على بعض مشاهير علماء الهند مثل مولانا عبدالحي الفرنجي في لكنو والاديب الشهير مولانا فيض الحسن السهارنفوري في بلدة_لاهور⁽⁷⁾

آپ کی مشہور تصانیف پیرہیں:

ا- تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان بالفرقان

٢_ فاتحة نظام القرآن

س مفردات القرآن،

م. امعان في اقسام القرآن

² فرابى، حميد الدين، مقدمة امعان في اقسام القرآن، (طبع قابره، 1349هـ)، ص:ب

³ اصلاحی، شرف الدین، مکاتیب فراہی، ماہنامہ اشراق، مئی 1992ء، ص: 37

⁴ اصلاحی، شر ف الدین، تر جمان القر آن حمید الدین، ما بهنامه معارف، فروری 1991ء، ص:86

⁵ ندوی، سلیمان، یادر فتگال، ص: 137

⁶ اصلاحی، امین احسن، مولانا، مقدمه مجموعه تفاسیر فراهی، (لامور: مرکزی انجمن خدام القرآن، 1973ء)، ص: 9

⁷ اصلاحی، شرف الدین ، ذکر فراحی ، ماهنامه الضیاء ، نومبر 1933ء ص: 135

۵_ اسباق النحو،

٢ جمهرة البلاغة

كـ الراى الصحيح في من هو الذبيح

آپ کی تاریخ وفات صاحبِ نزمۃ الخواطر نے 19 جمادی الثانی 1349ھ یعنی صرف ہجری تاریخ نقل کی ہے۔ (8) جب کہ سید سلیمان ندوی ککھتے ہیں ''اس عہد کا ابن تیمیہ 11 نومبر 1930ء (19 جمادی الثانی 1349ھ) کو اس دنیا سے رخصت ہوگیا۔ (9)

مولانافن راہی کامسلک حسدیث وسنت

مولا نافراہی تفسیر قرآن کااصلی و قطعی ماخذ صرف قرآنِ کریم کو قرار دیتے ہیں، جس میں وہ نظم قرآنی اور ادبِ جاہلی کو شامل کرتے ہیں، اس کے علاوہ تین ماخذا لیسے ہیں جن کو اُن کے ہال تفسیر میں فرعی حیثیت حاصل ہے۔ مولا نانے ان فرعی مآخذ میں سے احادیث مبارکہ کوسب سے پہلے ذکر کیا ہے۔ تفسیر قرآن کے اصلی وفرعی ماخذ پر بحث کرتے ہوئے مولا نالکھتے ہیں:

من الماخذ ماهو اصل وامام، و منها ماهو كا لفرع والتبع -امها الامام والاساس فليس الا القرآن نفسه، واما ماهو كالتبع والفرع فذلك ثلاثه:ما تلقته علماء الامة من الاحاديث النبوية، وماثبت واجتمعت الامة عليه من احوال الامم، ومااستحفظ من الكتب المنزلة على الانبياء- ولولا تطرق الظن والشبهة الى الاحاديث والتاريخ، والكتب المنزلة من قبل لما جعلناها كالفرع، بل كان كل ذلك اصلا ثابتا يعضد بعضه بعضا من غير مخالفة-(10)

بعض ماخذاصل واساس کی حیثیت رکھتے ہیں اور بعض فرع کی۔اصل واساس کی حیثیت توصر ف قرآن کو حاصل ہے۔ اس کے سواکسی چیز کو یہ حیثیت حاصل نہیں ہے۔ باتی فرع کی حیثیت سے تین ہیں: وہ احادیثِ نبویہ جن کو علمائے امت نے قبول کیا، قوموں کے ثابت شدہ ومتفق علیہ حالات اور گزشتہ انبیا کے صحفے جو محفوظ ہیں۔اگران تینوں میں ظن اور شبہ کود خل نہ ہوتا تو ہم اِن کو فرع کے درجہ میں نہ رکھتے، بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور سب بلااختلاف ایک دوسرے کی تائید کرتے۔

-

⁸ عبرالحي الحنى، علامه، نزهة الخواطر وبحجة المسامع والنواظر، (كرايي: نور محداص المطابع، سن)، ص: 230

⁹ ندوی، سلیمان، یادر فتگاں، ص: 124

¹⁰ فرابى، حميد الله ابواحمه، تفسير نظام القرآن و تاويل الفرقان، (اعظم گره: الدائره الحميد به مدرسه الاصلاح، 2008ء)

حبريث وسنّت مسين تفسريق

مولانافراہی کے نزدیک قرآنِ کریم کی تغییر میں حدیث وسنت کاکیامقام ہے؟ سب سے پہلے اِس سلسلے میں اہم بات یہ ہے کہ مولانا کے نزدیک حدیث وسنت میں فرق ہے۔ سنت سے مراد اُن کے نزدیک وہ اصطلاحاتِ شرعیہ ہیں جو صرف قولی تواتر سے ہی نہیں، بلکہ امت کے عملی قالب میں ڈھل کر محفوظ ترین صورت میں ہم تک پہنچیں۔ اور بقیہ اخبار آحاد یااختلافی نکات حدیث کے زمرے میں آتے ہیں۔ مولاناقرآن وسنت دونوں کی جمیت اور یکسانیت کے قائل ہیں، سنت کو قرآن کی طرح محفوظ تصور کرتے ہیں، انکار سنت کو قرآن کی طرح محفوظ قسر قرآن میں سنت کو بنیادی درجہ دیتے ہیں۔ مولانا فران کی گھتے ہیں:

فاذا نظرت الى الفاظ مصطلحة في الشرع ولا تجد حدها وتصويرها في القرآن فلا تجمد على اخبار الاحاد، فتسقط في الريب وتحكمه على اخيك بالبطلان وتشاقه، ولا حكم بينكما بل اقتنع بالقدر الذي اجتعمت عليه الامة ولا تؤاخذ اخوانك فيما ليس فيه نص صريح ولا عمل ماثور من غير خلاف فهذا هو السبيل الوسيع والمعنى الواضح من القرآن في اصطلاحاته الشرعية- (11)

مولاناسنن متواتره كوہر حال میں واجب العمل تسلیم كرتے ہیں، ایك مقام پر كھتے ہیں:

سلف اور ائمہ نے اپنے مذہب کی صحت کی بدولت کتاب وسنت کو مضبوطی سے پکڑا۔ یہ نہیں کیا کہ باطل پیندوں اور ملحدوں کی طرح ان میں تفریق کر کے ایک چیز کو ترک کر دیتے۔(12)

گویامولانافراہی کے نزدیک سنت کا انکار کفر والحاد کے متر ادف ہے۔ وہ قرآن وسنت میں تفریق کے رجحان کے سخت مخالف ہیں۔ دوسری جگہ کھتے ہیں:

رسول الله طلَّيْ اللهِ كَا عَكُم يكسال طور ير بُراز حكمت ہوتا ہے، خواہ وہ كتاب الله كى بنياد پر ہويا اُس نور و حكمت كے مطابق جس سے خدانے آپ كاسينہ بھر ديا تھا۔ (13)

درج بالاسطورسے بیہ واضح ہوتاہے کہ مولا نافراہی کے نزدیک حدیث وسنت دوالگ اصطلاحات ہیں، سنت اُن کے نزدیک قطعی ہے جب کہ حدیث ظنی، صرف احادیث کی بنایر کسی کوغلط نہیں کہا جا سکتا۔ جہاں تک حدیث کا معاملہ ہے تواس باب میں

_

¹¹ فرائي، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:32

¹² ماہنامہ تدبر، نومبر 1991ء، ص: 33

¹³ ماهنامه تدبر، نومبر 1991ء، ص: 33

مولانافراہی کانقطہ نگاہ اضطراب کا شکار ہے۔ ایک طرف تو مولانا نبی کریم طنی آیاتی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تفسیر کو بہترین تفسیر قرار دیتے ہیں اور دوسری طرف حدیث کو، خواہ وہ بخاری و مسلم کی روایت ہی کیوں نہ ہو، ظنی الثبوت سیجھتے ہوئے ثانوی حیثیت دیتے ہیں اور اپنے گمان میں قرآن اور اس کے نظم کے مخالف احادیث و آثار کو بیک جنبش قلم مردود قرار دیتے ہیں، جب کہ بعض مقامات پر انھوں نے تفییر قرآن بذریعہ حدیث کو غلط اُصول بھی قرار دیاہے اور واضح کیاہے کہ حدیث کے بغیر بھی قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے۔

احسادیث کو تائید وتصدیق کے لیے لایاحبائے

مولا نافراہی نے تفسیر کااصل الاصول بیہ قرار دیا کہ قرآنِ کریم کو پہلے نظائر قرآنی اور نظم کی روشنی میں سمجھا جائے، کیونکہ بیہ اصل اور قطعی ہیں۔ (14) جب آیتِ کریمہ کے مفہوم پر مکمل اطمینان ہو جائے، پھر احادیث وآثار کو، جو صحیح وثابت ہیں، بطورِ تائید و تصدیق لایاجائے۔مولانانے اس کااظہارایک سے زیادہ مقامات پر کیا ہے۔مولاناکھتے ہیں:

فعلمت من هذا ان اول شيء يفسر القرآن هو القرآن نفسه، ثم بعد ذلك فهم النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه وسلم والذين معه، ولعمرى احب التفسير عندى ما جاء من النبي صلى الله عليه وسلم واصحابه رضوان الله عليهم اجمعين.... وانيمع اليقين بان الصحاح لا تخالف القرآن لا آتي بما الا كالتبع، بعد ما فسرت الآيات با مثالها، لكي لا يفتح باب المعارضة للمارقين الذين نبذوا كتاب الله وراء ظهورهم والملحدين الذين يلزموننا ما ليس في القرآن اصل، ولكي يكون هذا الكتاب حجة بين فرق المسلمين وقبلة سواءبيننا-(15)

ايك اور مقام پر لکھتے ہیں:

نعم ينظر في ما نقل من السلف للتاييد عند الموافقة ورجع النظر عند المخالفة حتى يطمئن القلب بما يفهم من الكلام فانه اوثق وابعد عن الخطا ولذلك قال علماء التفسير ان احسن التفسير ما كان بالقرآن (16)

کہ بلاشبہ تائید کی غرض سے سلف سے منقول اقوال کو دیکھنا چاہیے، جب کہ دونوں میں موافقت ہو، لیکن مخالفت کی صورت میں قرآن کی طرف رجوع کیا جانا چاہیے، یہاں تک کہ کلام (قرآن) سے اخذ کر دہ مفہوم پر قلب مطمئن ہو

¹⁴ فرائي، حميد الله ، التكميل في اصول التاويل ، (اعظم كره: الدائرة الحميدية مدرسة الاصلاح، 1988ء)، ص: 20

¹⁵ فرائي، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:24-23

¹⁶ فرابى،التكميل في اصول التاويل، ص:15

جائے۔اس لیے کہ وہ قابل اعتاد ہے اور خطاسے پاک بھی۔اسی لیے علمائے تفسیر نے لکھاہے کہ سب سے اچھی تفسیر وہ ہے جو قرآن سے کی جائے۔

ايك اور مقام پر لکھتے ہیں:

ولا شك ان اسلم الطرق ان نضع زمام الاستنباط في يد القرآن، فتوجه حيث يقودنا نصه واقتضاؤه ونظمه وسياقه-(17)

کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ بے خطر راہ یہ ہے کہ استنباط کی تکیل قرآنِ مجید کے ہاتھ میں دے دی جائے،اس کا نظم وسیاق جس طرح اشارہ کرےاسی طرف چلناچاہیے۔

مولانافراہی کے نزدیک بیہ معاملہ صرف تفسیر قرآن تک محدود نہیں، بلکہ اِس کا تعلق پورے دین کی تشر ت^ک و تعبیر سے ہے، یعنی دین کے ہر معاملہ میں قرآنِ مجید کی حیثیت اصل کی اور حدیث کی حیثیت فرع کی ہے، لکھتے ہیں:

فهذا يؤيد ما فهمت من القرآن ولكن ههنا مزلة وخطر، وذلك انك قبل ان تفهم القرآن، تتهافت على الحديث وفيه صحيح وسقيم فيعلق بقلبك من الآراء ما ليس له في القرآن اصل وربما يخالف هدى القرآن فتاخذ في تاويل القرآن الى الحديث ويلبس عليك الحق بالباطل- فالسبيل السوى ان تعلم الهدى من القرآن وتبنى عليه دينك، ثم بعد ذلك تنظر فالاحاديث، فان وجدت ماكان شاردا عن القرآن حسب بادى النظر، اولته الى كلام الله فا ن تطابقا فقرت عيناك، وان اعياك، فتوقف في امر الحديث واعمل بالقرآن-(18)

مولانافراہی کے نزدیک قرآن کریم قطعی الدلالہ ہے اور اپنامفہوم اداکرنے کے لیے فرعی ماخذ کامحتاج نہیں ہے، غور و فکر
کرنے والا شخص حدیث کے بغیر بھی قرآن کو سمجھ سکتا ہے۔ حدیث ہر حال میں ظنی ہوتی ہے، اس سے کوئی مذہب یاعقیدہ ثابت نہیں ہو سکتا، لہذا قرآنِ کریم اور حدیث سے ثابت ہونے والے احکام میں فرق کرناچا ہیے۔ حدیث کے احکام کا منکر قرآن کے منکر کی طرح نہیں ہے۔ تمام احادیث قرآنِ کریم سے مستبط ہیں اور بیر قرآنِ کریم پرکسی قسم کا اضافہ نہیں کر سکتیں۔ بلکہ بعض مقامات پر تو مولانانے حدیث سے تفییر کو تفییر قرآن کا غلط اُصول قرار دیا ہے۔ اس بارے میں مولانا کے متعدد اقتباسات حسب ذیل ہیں، مولانا کھتے ہیں:

17 فرابى، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:528

¹⁸ فرابى،التكميل في اصول التاويل، ص: 25

فالذى يهمك (اولا) هو ان تعلم ان القرآن في كشف معناه- لا يحتاج الى هذه الفروع، فانه هو المهيمن على الكتب السابقة، وهو الحق الوضح الذى يرد الخصام فيقضى بين المتخاصمين- ولكن ان اردت تصديقه فالنظر في الفروع يفيدك ويزيدك ايماناً واطمئنانا ولذلك قال الله تعالى ﴿قُلْ سِيْرُوْا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴾ (19)

یہاں یہ بات یادر کھنی چاہیے کہ قرآن اپنی تفسیر کے لیے ان فروع (یعنی احادیث، قوموں کے ثابت شدہ اور متفق علیہ واقعات اور گزشتہ انبیا کے محفوظ صحفے)کامحتاج نہیں ہے۔ وہ تمام کتابوں کے لیے خود مرکز ومرجع کی حیثیت رکھتا ہے اور جہاں کہیں اختلاف واقع ہو تواسی کی روشنی جھڑے کو چکانے والی بنے گی۔ لیکن اگر شمصیں قرآنِ مجید کی تصدیق وتائید کی ضرورت ہو توان فروع کی مراجعت سے تمھارے ایمان واطبینان میں اضافہ ہوگا۔ یہی وہ حکمت ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالی نے قرآن میں یہ حکم دیا ہے۔ ﴿قُلُ سِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا کَیْفَ کَانِ عَاقِبَةُ الْدُکَوْ بِیْنَ ﴾ (20) کہ کہہ دوملک میں سیاحت کر واور دیکھو منکر وں کا انجام کیسا ہوا؟

مولانانے یہ بات واضح الفاظ میں لکھی ہے کہ حدیث سے کسی قسم کاعقیدہ و مذہب ثابت نہیں ہوتا۔ وہ آیات جن کا تعلق تاریخی واقعات وغیرہ سے جان کی تفسیر احادیث سے کی جاسکتی ہے، لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس کے علاوہ آیت کی کوئی تفسیر نہیں ہے۔اپنے اس اہم اصولی تفسیر کی وضاحت کرتے ہوئے مولانالکھتے ہیں:

والتفسير بحديث يناسب المقام اذا لم يقرر عقيدة ومذهبا مامون، ولكن مع ذلك ظنى فآخذ به مع المكان غيره-(21)

کہ حدیث کی مددسے تفسیراس وقت مامون ہوتی ہے جب وہ ایسے مقام میں ہوجس سے عقیدہ اور مذہب نہ قائم ہوتا ہو۔اس کے باوجود بھی وہ ظنی ہی کہلائے گی، ایسے مواقع پر میں اسے قبول کر لیتا ہوں اگرچہ اس کے علاوہ کا بھی امکان ہوتا ہے۔

اس سے یہ حقیقت نکھر کرسامنے آتی ہے کہ مولانافراہی نے جہال کہیں تفسیر میں حدیث سے اخذ واستفادہ کی بات کی ہے وہ محض تائید و توثیق کے طور پر ، مستقل حیثیت سے وہ اس کواہمیت نہیں دیتے۔ مولانافراہی کاخیال ہے کہ احادیث سے قرآن کی

¹⁹ فرابى، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص: 29

²⁰ الانعام6:11

²¹ فرائى،التكميل في اصول التاويل، ص:69

تفسیر ووضاحت ہوتی ہے،ان کی کوئی مستقل حیثیت نہیں،ان سے قرآن کے کسی حکم پراضافہ نہیں ہوتا۔اگر کوئی شخص غور وفکر سے کام لے تووہ احادیث سے واضح ہونے والے اُمور خود قرآنِ کریم سے ہی اخذ کر سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے احادیث کے قرآن سے مستنط ہونے کی کئی مثالیں پیش کی ہیں۔ (22)

مولا نافراہی لکھتے ہیں:

كم من آيات القرآن، ان تدبرت فيها وفهمت معناها وجدت من الاحاديث ما جاء موافقا له فالحديث لم يزد شيئا على القرآن، ولكن صرح من الآية امرا غامضا يكاد يخفى على من لا يتدبر- (23)

کہ قرآنِ کریم کی کتنی ہی آیات الی ہیں کہ اگرتم ان پر غور کر کے ان کے معنی کو سمجھو گے تو شمصیں بہت سی احادیث اس معنی کے موافق مل جائیں گی۔ حدیث قرآن پر کوئی اضافہ نہیں کرتی، لیکن آیت کے کسی گہرے پہلو کو نمایاں کردیتی ہے جو ممکن ہے غورنہ کرنے والے آدمی پر مخفی رہ جائے۔

بلکہ مولانا فراہی کے مطابق نبی کریم طرفی آیتی ہے ، اسے عربی زبان اور کلام کی دلات سمجھنے والا براہ راست قرآن سے بھی سمجھ سکتا ہے ، فرماتے ہیں :

قال الامام الشافعي: ان النبى صلى الله عليه وسلم خص ما كان عاما فى القرآن وذلك من البيان، فخص عليه السلام عموم الحكم فى السرقة وحد الزنا واعطاء الخمس لذوى القربى من الغنيمة، فقال: لو لا دلالة السنة لحكمنا بظاهر الكتاب، وجعلنا الحكم عاما، وقال: يخص الكتاب بالسنة والا جماع - اقول: قد اصاب الامام فيما قال، ولكن قوله مجمل -

والتفصيل ان دلالة اللفظ ربما يكون عاما حسب الظاهر ولكن المراد منه عند العارف باللغة واستعمال الكلمات خاص، وذلك بيان الاستعمال ربما يخص العموم، مثلاً لا يسمى الرجل عالما ولا جاهلا ولا كاتبا ولا شاعرا الا بعد ان يبلغ درجة خاصة، ولذلك جاء الاجماع في تخصيص ما كان عاما في الكتاب.

فان الصحابة كانوا عالمين بمعنى الكلام العربي، والقرآن نزل بلسانهم، وكان الرسول صلى الله عليه

²² اعظمی، معین الدین، ڈاکٹر، مقالہ: احکام القرآن الفراهی واثرہ فی تفسیر القرآن، (علی گڑھ: علی گڑھ مسلم یونیور سٹی، 1968ء)، ص:156

²³ فرائى،التكميل في اصول التاويل، ص:65

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ قرآن میں جو کچھ چیزیں عام تھیں اور نبی کریم ملٹی البہ نے ان کی تخصیص فرمائی، یہ بھی 'بیان' میں سے ہے۔ مثال کے طور پر چوری، حد زنااور مالِ غنیمت میں ذوی القربی کے پانچویں حصے کے بارے میں جواحکام عام تھے، آپ ملٹی البہ نے ان کی تخصیص معلوم نہ ہوتی تو ہم ظاہر میں جواحکام عام تھے، آپ ملٹی البہ نے ان کی تخصیص فرمائی۔ اگر سنت سے ان کی تخصیص معلوم نہ ہوتی تو ہم ظاہر کتاب سے فیصلہ کرتے اور حکم کو عام ہی رکھتے۔ امام شافعی ؓ نے قول کا خلاصہ یہ ہے کہ سنت اور اجماع کے ذریعے قرآن کے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ امام شافعی ؓ نے جو پچھ فرمایا، وہ صبح ہے، لیکن ان کے قول میں اجمال ہے۔

اس کی تفصیل ہے ہے کہ لفظ کی دلالت مجھی بھی بظاہر عام ہوتی ہے، لیکن زبان اور استعال کلمات سے واقف شخص کے نزدیک اس سے مراد خاص ہوتی ہے، اس لیے کہ الفاظ کا استعال عام کو خاص کر دیتا ہے۔ مثال کے طور پر تم کسی شخص کو اس وقت تک عالم، جاہل، ادیب اور شاعر نہیں کہو گے جب تک کہ وہ ایک مخصوص در جہ تک نہ پہنچ جائے۔ اسی لیے علماکا جماع ہے کہ قرآن کے عام کو خاص کیا جاسکتا ہے۔

صحابہ عربی کلام کے معانی سبجھتے تھے،اس لیے کہ قرآن انھی کی زبان میں نازل ہوا تھااور رسول اللہ ملٹھ آیکٹم فہم قرآن میں ان سے فائق تھے لیکن ساتھ ہی میں یہی کہوں گا کہ تخصص کے پچھ اصول ہوتے ہیں جن کی رعایت ضروری ہے،ورنہ تخصیص کی بعض صور توں سے ننخ لازم آتا ہے۔

مولانافراہی کے نزدیک اگر قرآن وحدیث میں تعارض ہو جائے تو قرآن کی بجائے حدیث تاویل کی زیادہ مستحق ہے،اگر پھر بھی مطابقت نہ ہو سکے تو حدیث کور دّ کر دیا جائے، بایں معنی کہ جواحادیث و آخار قرآن یا اُس کے نظم کے خلاف ہوں،انھیں قبول نہیں کرناچا ہے۔یہ مضمون بھی مولانافراہی نے متعدد مقامات پربیان کیا ہے،اس بارے میں اُن کے اقتباسات حسب ذیل بیں، لکھتے ہیں:

فوجب على من يحاول فهم القرآن ان لاياخذ من الروايات ما يهدم الاصل اويقلعه فاني رايت بعض الروايات تقلع الآيات وتقطع نظمها الا ان تؤول، ولكن التعجب ممن يؤول الآية ولايؤول الرواية، وربما لا يؤول الآية بل يرضى بقطع نظامها، والفرع اولى بالقطع-(25)

_

²⁴ اعظمي، احكام القرآن الفراهي واثره في تفسير القرآن، ص: 165

²⁵ فرائي، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:28

پس جو شخص قرآنِ مجید کو سمجھناچاہتا ہے، اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایات کے ذخیرہ میں سے ان روایات کو نہ ہے جواصل کو ڈھانے والی ہوں۔ بعض روایتیں الی ہیں کہ اگران کی تاویل نہ کی جائے توان کی زو براہ راست اصل پر پڑتی ہے اور ان سے سلسلہ نظم در ہم بر ہم ہوتا ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ بہت سے لوگ آیت کی تاویل تو کر ڈالتے ہیں لیکن روایت کی تاویل کی جرأت نہیں کرتے، بلکہ بسااو قات تو صرف آیت کی تاویل ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کے نظام کی بھی قطع و برید کر ڈالتے ہیں، حالانکہ جب اصل و فرع میں تعارض ہو تو کاٹنے کی چیز فرع ہے نہ کہ اصل۔

ايك اور جگه لکھتے ہیں:

خذ من الاحاديث ما يؤيد القرآن لا ما يبدد نظامه-(26)

کہ احادیث وروایات سے صرف وہ چیزیں لینی چاہئیں جو نظم قرآن کی تائید کریں، نہ کہ اس کے تمام نظام کو در ہم بر ہم کردیں۔

مولانافراہی کے کے نزدیک اصل تفسیر تووہی ہے جو نظم قرآن وغیرہ سے کی جائے، تاہم احادیث سے بطورِ تائیداستدلال کیاجاسکتا ہے، لیکن اسے نظرانداز بھی کیاجاسکتا ہے، کیونکہ یہ قطعی نہیں بلکہ ظنی ماخذ ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر مولانانے صراحت کی ہے:

ولو لا تطرق الظن والشبهة الى الاحاديث والتاريخ، والكتب المنزلة من قبل لما جعلناها كالفرع، بل كان كل ذلك اصلا ثابتاً يعضد بعضه بعضا من غير مخالفة- فوجب على من يحاول فهم القرآن ان لا يأخذ من الروايات ما يهدم الاصل او يقلعه فانى رأيت بعض الروايات تقلع الآيات وتقطع نظمها الا ان تؤول، ولكن التعجب ممن يؤول الآية ولا يؤول الرواية، وربما لا يؤول الآية بل يرضى بقطع نظامها، والفرع اولى بالقطع-(27)

کہ اگران تینوں میں ظن اور شبہ کو دخل نہ ہو تا تو ہم ان کو فرع کے درجہ میں نہ رکھتے، بلکہ سب کی حیثیت اصل کی قرار پاتی اور سب بلااختلاف ایک دو سرے کی تائید کرتے۔ پس جو شخص قرآنِ مجید کو سمجھنا چاہتا ہے، اس کے لیے ضرور کی ہے کہ وہ روایات کے ذخیر ہمیں سے ان روایات کو نہ لے جواصل کو ڈھانے والی ہوں۔ بعض روایتیں ایسی

²⁶ فرابى، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:67

²⁷ فرابى، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص:68

ہیں کہ اگران کی تاویل نہ کی جائے توان کی زَد براوراست اصل پر پڑتی ہے اور ان سے سلسلہ نظم درہم برہم ہوتا ہے، لیکن تعجب کی بات ہے کہ بہت سے لوگ آیت کی تاویل تو کر ڈالتے ہیں لیکن روایت کی تاویل کی جرأت نہیں کرتے، بلکہ بسااو قات تو صرف آیت کی تاویل ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ اس کے نظام کی بھی قطع و برید کر ڈالتے ہیں، حالا نکہ جب اصل و فرع میں تعارض ہو تو کا شنے کی چیز فرع ہے نہ کہ اصل۔

اس سلسلے میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ مولانافراہی کے نزدیک احادیث کی صحت وضعف کامعیار صرف اُن کی سند نہیں ہے۔ بلکہ اگر کوئی حدیث مولانا کے فہم کے مطابق قرآن اور اس کے نظم کے مخالف ہو تو وہ بھی قابل ردّ ہے ، خواہ سند کے اعتبار سے وہ صحت کے اعلی ترین معیار پر ہی کیوں نہ قائم ہو۔ چنانچہ بعض مقامات پر مولانافراہی نے بخاری و مسلم کی روایات کواسی اصول کے تحت رد کر دیا ہے۔ مولانافراہی لکھتے ہیں:

قد سبق منى بان القرآن هو الحاكم عند اختلاف بالاحاديث فههنا نريد الايضاح، وكنت افرق من طعن بعض اخواننا، ولكن ذهب بهم الشعف بالحديث الى ان قالوا: ان الحديث داخل تحت آية ﴿إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَه لَخْفِظُوْنَ ﴾ (الحجر 9:15) ولم يتفكروا نتائج هذا القول، فحان لى ان ارفع راية الصدق ولاابالى، ولو قطعوا راسى لديه واوصانى-

فاعلم ان فى قلوب اكثر اهل الحديث الحديث ان ما رواه البخارى ومسلم لا مجال فيه للشك فنورد بعض ما فيهما لكى تعلم انى الله تعالىٰ شنع اتخاذ العلماءاربابا، فلا نؤمن بما فهموا من غير النظر والفكر-(28)

کہ میں یہ بات پہلے کہہ چکاہوں کہ جب احادیث کافر آن سے نگراؤہو گاتو قرآن ہی حاکم ہوگا۔اس موقع پر میں اس کی کسی قدر وضاحت کر ناچاہتاہوں۔ میں اپنے بھائیوں کے طعن و تشنیع سے کسی قدر ڈرتاتھا، لیکن حدیث سے ان کی محبت نے ان کو اس حد تک پہنچا یا کہ وہ یہاں تک کہنے لگے کہ بیہ حدیث بھی آیت کریمہ (الحجر ۹:۱۵) کے تحت داخل ہے اور انھوں نے اس قول کے نتائج پر غور نہیں کیا۔ پس میرے لیے وقت آگیا ہے کہ میں حق وصداقت کاعلم بلند کر وں اور مجھے کچھ پر واہ نہیں کہ میرے سر کومیرے تن سے جدا کر دیا جائے۔

معلوم ہوا کہ اکثر حضرات اہل حدیث کے دلوں میں یہ بات بیٹی ہوئی ہے کہ بخاری ومسلم نے جو کچھ روایت کر دیا ہے اس میں اب کسی قشم کے شک و شبے کی گنجائش نہیں۔ تواس مقصد سے ہم ان میں سے بعض مثالیں پیش کرتے

28 فرابى، تفسير نظام القرآن وتاويل الفرقان، ص: 80

ہیں جس سے تم کو اندازہ ہو گا کہ اللہ تعالی نے کیو نکر علما کو خدائی مقام دینے پر شاعت کا اظہار کیا ہے۔ پس ہمارے لیے کچھ ضروری نہیں کہ انھوں نے جو کچھ سمجھاہے اس کی بلاسو ہے سمجھے تصدیق کر دیں۔

اس کے بعد مولا نافراہی نے بطور مثال بخاری و مسلم میں موجود سیر ناابو ذر رضی اللہ عنہ (۱۳ھ) کی وہ حدیث پیش کی ہے جس میں سورج کے اللہ جل جلالہ کے عرش تلے سجدہ کرنے کاذکر ہے، رسول کریم المٹی آیٹی نے اسی کو آیت کریمہ کی تفسیر قرار دیا ہے۔ (29) اس کے علاوہ مولا نافراہی نے بخاری و مسلم کی کذب ابراہیم علیہ السلام والی روایت ۱۳ پر بھی تنقید کی ہے:

والعجب كل العجب ممن يقبل ما هو مكذب لنص القرآن مثل كذب ابراهيم عليه السلام، ونطق النبى صلى الله عليه وسلم بالقرآن من غير وحى فينبغى لنا انى لاناخذ منها الا ما يكون مؤيدا للقرآن وتصديقا لما فيه-(30)

سب سے زیادہ تعجب اُن لوگوں پر ہے جوالی روایتیں تک قبول کر لیتے ہیں جو نصوصِ قرآن کی تکذیب کرتی ہیں، مثلاً سید ناابراہیم علیہ السلام کے جھوٹ بولنے کی روایت یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلافِ وحی قرآن پڑھ دینے کی روایت۔اس طرح کی روایات کے بارے میں ہمیں نہایت مختلط ہو ناچا ہیے، صرف وہ روایتیں قبول کرنی چاہئیں جو قرآن کی تصدیق وتائید کریں۔

الغرض مولا نافراہی تفسیر قرآن کااصلی و قطعی ماخذ صرف قرآنِ کریم کو قرار دیتے ہیں، جس میں وہ نظم قرآنی اور ادبِ جاہلی کو شامل کرتے ہیں، مولا ناکے نزدیک حدیث وسنت میں فرق ہے۔ سنت سے مراداُن کے نزدیک وہ اصطلاحاتِ شرعیہ ہیں جو صرف قولی تواتر سے ہی نہیں بلکہ امت کے عملی قالب میں ڈھل کر محفوظ ترین صورت میں ہم تک پینچیں۔اور بقیہ اخبارِ آحاد ہیا ختلافی نکات حدیث کے زمرے میں آتے ہیں۔

مولا نافراہی نے تفییر کااصل الاصول بیہ قرار دیا کہ قرآنِ کریم کو پہلے نظائر قرآنی اور نظم کی روشنی میں سمجھاجائے، کیونکہ بیا اصل اور قطعی ہیں مولا نافراہی کے نزدیک بیہ معاملہ صرف تفییر قرآن تک محدود نہیں بلکہ اس کا تعلق پورے دین کی تشریح و تعبیر سے ہے، یعنی دین کے ہر معاملہ میں قرآنِ مجید کی حیثیت اصل کی اور حدیث کی حیثیت فرع کی ہے، اس سے یہ حقیقت مکھر کر سامنے آتی ہے کہ مولا نافراہی نے جہال کہیں تفییر میں حدیث سے اخذ واستفادہ کی بات کی ہے وہ محض تائید و توثیق کے مکھر کر سامنے آتی ہے کہ مولا نافراہی نے جہال کہیں تفییر میں حدیث سے اخذ واستفادہ کی بات کی ہے وہ محض تائید و توثیق کے

300 البخاري، الجامع الصحيح، كتاب الاحاديث الانبياء، باب قول الله تعالى (واتخذ الله ابراهيم خليلا)، رقم الحديث: 3108

.

²⁹ البخارى، الجامع الصحيح، كتاب التفسير القرآن، باب (والشمس تحرى لمستقرلها)، رقم الحديث:4802: المسلم، الصحيح، كتاب الايمان، والكيمان، و

طور پر، مستقل حیثیت سے وہ اس کواہمیت نہیں دیتے۔

مولانافراہی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ کریم جو کچھ تخصیص فرمائی ہے،اسے عربی زبان اور کلام کی دلالت سبحضے والا براوراست قرآن سے بھی سبچھ سکتا ہے۔ مولانافراہی کے نزدیک اگر قرآن و صدیث میں تعارض ہو جائے تو قرآن کی بجائے حدیث تاویل کی زیادہ مستحق ہے،اگر پھر بھی مطابقت نہ ہو سکے تو حدیث کور ڈکر دیا جائے۔ مولانافراہی کے نزدیک اصل تفسیر تو وہی ہے جو نظم قرآن و غیرہ سے کی جائے، تاہم احادیث سے بطورِ تائیدا ستدلال کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے نظر انداز بھی کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ قطعی نہیں بلکہ ظنی ماخذ ہے۔ مولانافراہی کے نزدیک احادیث کی صحت وضعف کا معیار صرف ان کی سند نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی حدیث مولانا کے فہم کے مطابق قرآن اور اس کے نظم کے مخالف ہو تو وہ بھی قابل رد ہے، خواہ سند کے اعتبار سے وہ صحت کے اعلیٰ ترین معیار پر ہی کیوں نہ قائم ہو۔

